محمد ابراہیم بک عطا عسکری اور ظاہری کمالات اس باب کا موضوع

کرد علی نے اپنے انقلابی مقالات کے ذریعہ حریت فکر و رائے اور جذبۂ قومی و حریت کے جذبہ کو عوام میں بیدار کیا، انہوں نے اپنی تحریروں کے ذریعہ مسلح آزادی اور تحریک آزادی کے لئے راہ ہموار کی لیکن جب تحریک آزادی کا ذکر ہوتا ہے یا اس پر کتابیں اور مقالات لکھے جاتے ہیں تو ان کے ذکر سے تغافل برتا جاتا ہے کیونکہ ان میں صرف ان لوگوں کا تذکرہ ہوتا ہے جو ہتھیاروں کے ساتھ میدان میں اترے تھے، کرد علی اس کا تذکرہ یوں کرتے ہیں۔ "لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ تحریک آزادی میں صرف وہی لوگ شریک کار رہے جو مسلح شکل میں میدان میں اترے یہ مناسب نہیں ہے، کیونکہ جن لوگوں نے اپنی پوری زندگی عوام میں حب الوطنی کے بیج کو بونے میں صرف کیا، انہیں آزادی کے حصول کے لئے آمادہ کیا، اور اس کام کی انجام دہی کے لئے انہوں نے ہر قسم کی قربانی دی اس میں ان کا بھی بہت بڑا حصہ ہے، بلکہ وہ بھی مسلح لوگوں کے ہم رکاب ہیں"[2] کرد علی کو ان انقلابی مقالات کی بہت بڑی قیمت ادا کرنی پڑی، عثمانی حکومت ان کی گھات میں لگ گئی نتیجتاً ان کو اپنے مادر وطن کو خیرآباد کہنا پڑا، بارہا گرفتاری کے لئے تلاشی ہوئی، مگر وہ اپنی خوش قسمتی کی وجہ سے محفوظ رہے حتی کہ ان کو زندہ یا مردہ گرفتار کرنے والے کو ترقی اور لالچ کا انعام دیا گیا، مگر وہ نہ گرفتار ہو سکے، اور نہ ہی ان کو کوئی جسمانی گزند پہونچ سکا[3] بارہا ان کو مال و منال کا لالچ دلایا گیا کہ وہ عثمانیوں کے خلاف اپنی سخت تنقید سے باز آجائیں، اس کے بعد قتل کی دھمکی دی گئی مگر وہ پورے استقلال کے

---

[1]۔ المذکرات ج ۱، کرد علی، ص ۹۷

[2]۔ محاضرات عن کرد علی، شفیق جبری، ص ۱۸

[3]۔ ایضاً ،، ،، ص ۱۹، ۲۰

ساتھ انجواد پرچے رہے۔

کرد علی نے شام میں جو مقالات لکھے ہیں ان میں جہاں عثمانی حکومت پر تنقید ہے اس کے ساتھ بہت سے ایسے مقالات ہیں جن میں اسلام کی حقانیت، اس کی تہذیب و تمدن کے امتیازی اوصاف پر روشنی ڈالی گئی ہے اور دشمنان اسلام کے اعتراضات اور تنقیدوں کا مسکت اور تسلی بخش جواب دیا گیا ہے۔ سلہ

(جاری)

خلافت عباسیہ اور ہندوستان

ہندوستان میں ۵۱۱ سالہ عباسی دور خلافت کے غزوات و فتوحات اور اہم واقعات و حادثات، عباسی امراء و حکام کے ملکی و شہری انتظامات عرب و ہند کے درمیان گوناگوں تجارتی تعلقات، بحر بصرہ کے ماتحت بحری امن وامان کا قیام ہند کا علوم و فنون اور علمائے اسلامی، اور علوم و فنون اور علمائے اسلام اور ہندی موالی و ممالک وغیرہ مستقل عنوانات پر نہایت مفصل و مستند معلومات پیش کی گئی ہیں۔ نیز یہاں کے مسلموں اور غیر مسلموں کے عالم اسلام سے علمی و فکری اور تہذیبی و تمدنی روابط کی تفصیلات درج ہیں قیمت غیر مجلد ۴ روپے

مجلد عمدہ ریگزین ۵/- روپے

سلہ :- محاضرات عن کرد علی۔ تنفین جبری، ص ۲۱، ۲۲

امیر شکیب ارسلان، جدید عربی ادب کا ایک نامور ادیب

مختصر حالاتِ زندگی

ابوالنصر فارابی، ریسرچ اسکالر شعبہ عربی علی گڈھ

(۲)

شکیب ارسلان کی شاعری

شکیب جب اپنی ابتدائی تعلیم کی تحصیل کے لئے مدرسۃ الحکمۃ میں داخل ہوئے تو وہاں ان کی ملاقات عبداللہ بستانی سے ہوئی، بستانی مدرسہ میں عربی ادب کے استاد کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دے رہے تھے، وہ زبان عربی پر مہارت اور اس کے ادب و فن پر تبحر کی وجہ سے علمی حلقوں میں کافی مشہور تھے، اس فن پر انہوں نے کچھ کتابیں بھی لکھی ہیں۔ بستانی نثر کے ساتھ شاعری کا بھی ذوق رکھتے تھے، اور اپنے اشعار کو طلباء کے سامنے پورے ذوق و شوق سے سناتے تھے، بستانی کی شاعری میں دورِ جاہلیت کی شاعری کے رنگ و آہنگ کا غلبہ ہے، یہی وجہ ہے کہ انہوں نے معلقہ کے بعض قصائد کی تشطیر[ے] بھی کی ہے، اشعار

ے: تشطیر سے مراد کسی شاعر کے کسی شعر کے دو مصرعوں میں سے کسی ایک مصرع کو ہٹا کر اس کی جگہ اپنے تخلیق کردہ مصرع کو جگہ دینا مثلاً عنترہ کے شعر کا پہلا مصرع۔

"ھل غادر الشعراء من متردم" اس کے دوسرے مصرع کو اپنے شعر سے اسی وزن اور قافیہ میں ادا کرنا دوسرا مصرع ملاحظہ ہو۔ فقد شدخته برأس المرقم ،

بستانی کی شخصیت اور ان کے شعری ذوق کا پرتو شکیب اور ان کے بھائی نسیب کے شعری ذوق پر بہت گہرائی سے پڑا ، یہیں سے دونوں بھائیوں نے اس فن بدیع آزمائی شروع کی اور بہت جلد دونوں اس میدان کے شہسوار ہو گئے ۔ نسیب کا شعری ذوق شکیب کے مقابلے میں زیادہ مستحکم اور با کمال تھا یہی وجہ ہے کہ بستانی شاعری کے معاملے میں شکیب پر نسیب کو ترجیح دیتے تھے خود شکیب کو بھی اس کا اعتراف تھا کیونکہ ان کے بھائی سبعہ معلقہ ، دواوین خمسہ اور دوسرے جاہلی اور مخضرمی شعراء کے کلام کا مطالعہ پابندی اور انہماک سے کرتے تھے ، نتیجہ یہ ہوا کہ بڑے شعراء کا رنگ ان کی شاعری پر زیادہ ہوتا گیا ۔

شکیب کے شعری سفر کا آغاز اوائل عمری میں ہی ہو چکا تھا ، جب وہ چودہ[۱۴۹] سال کے ہوئے تو انہوں نے اپنے اشعار کا مجموعہ " الباکورۃ " کے نام سے مرتب کیا اور ۱۷ سال کی عمر میں اس کو ادباء اور ناقدین کی خدمت میں پیش کر دیا ۔ ۱۴ سال کی عمر سے تو شعر و ادب کے فہم و ادراک کا آغاز ہوتا ہے مگر شکیب نے اس کم سنی میں نہ صرف اشعار کہے بلکہ دیوان بھی مرتب کر دیا ، اسی سے ان کی فطری ذہانت و فطانت کے ساتھ شعری ذوق و انہماک کا اندازہ لگایا جا سکتا ہے ، شکیب نے " الباکورۃ " کا انتساب مرجع الخلائق اور اپنی عقیدتوں کے مرکز شیخ محمد عبدہٗ کے نام ان اشعار سے کیا ہے ،

يا اوحد العصر الذي عقدت — به في الفضل خير خناصر

لا غرو ان اهدي اليك رقائقي — دانا رقيق فضائل ومآثر

ليس القريض سوى تأثر خاطر — مما به للمرء قرة ناظر

اهدي اليك بعضا من عتيق قريحتي — يا عمر لكن لا اقول جواهري

ابيات احسان وليس جميعها — من كل بيت بالمحاسن عامر

۱۴۸؎ بستانی کی شخصیت کی مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو ، رواد النہضۃ الادبیۃ ، مارون عبود ص ۱۴۹

قد جاءها صوب الصبا وبشرها   نسم الصبا عن كل عرف عاطر
درجت معي اطوار عمري واصل   ما جاش من يوم جليل سافر
وقد باكرتني قبل صادق فجره   مذ كنت من اعوامه في العاشر

شکیب کی ابتدائی شاعری جو ایامِ طفولیت کی تخلیق ہے، جب ہم اس کا مطالعہ تجزیاتی انداز میں کرتے ہیں تو اس میں اوزان و قوافی، تراکیب کی بندش، اور معنی و ادبی محاسن کے ساتھ پختگی اور کمالیت کا بھی احساس ہوتا ہے، کہیں بھی زبان و بیان اور لغت کی خامی یا نقص یا اشعار میں سکتہ اور خلل کا احساس نہیں ہوتا بلکہ ادبی اور فنی کسوٹی پر وہ پورا اترتا ہے، اگر کسی وجہ سے اس میں کسی قسم کا نقص اور عدم پختگی بھی ہوتی تو طفولیت کی وجہ سے قابل جواز تھی، مگر شکیب نے اس کی بھی گنجائش نہیں رکھی، شکیب نے اپنی شاعری کا آئیڈیل بارودی کی شاعری کو بنایا ہے، بارودی کے اشعار پر عباسی دور کی شاعری کا غلبہ ہے یہی وجہ ہے کہ شکیب کی شاعری میں اسی دور کے اسالیب، استعارے اور تشبیہات کی جھلک دکھائی دیتی ہے، اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں کیونکہ تعلیمی نقطۂ نظر سے یہ چیز ضروری بھی ہے کہ انسان جب کسی فن کے حصول کے ابتدائی مراحل میں ہو تو کسی کو اپنا رہنما یا "آئیڈیل" بنالے اور اس کو پورے طور پر برتنا اس کی طبعی ذہانت اور فطری صلاحیت پر منحصر ہے، لہٰذا کورۃ میں انہوں نے ایک قصیدہ عبدالحمید کے ذاتی اوصاف، کمالات اور کارناموں پر کہا ہے جو ۱۸۰/ اشعار پر مشتمل ہے یہ پورا قصیدہ متنبی کے قصائد سے ملتا جلتا ہے، کچھ اشعار ذیل میں دیئے جا رہے ہیں۔

هو المجد حتى البعد للقرب سابق   وحتى الحنوا في خلصهن القوادم
وحتى ترى ما كان في فيله الوها   صريحا قد التفت عليه الصوارم
وهل يبلغ الآمال إلا مجاهد   وهل يطرد الأهوال إلا مقاوم
وهل دون غايات الجهد تدرك غاية   ودون اخترام النفس تحوي المكارم[29]

(حاشیہ اگلے صفحہ پر)

اللہ، شعار بحق المحق فی، القوادم، الکرم، الاحوال، المقادم، حزم النفس اور الخوادم جیسے الفاظ استعمال کیے گئے ہیں جو عباسی دور کے ممتاز شعراء متنبی اور ابو تمام کے قصائد اور قوافی میں استعمال شدہ الفاظ سے بڑی حد تک مناسبت رکھتے ہیں۔

شکیب نے اپنی عمر کے ابتدائی مرحلے میں اتنے طویل قصائد کی تخلیق کی، اس میں اسلام اور عالم اسلام کے مختلف مسائل کا احاطہ کیا، سیاسی اور حکومتی سطح پر ہونے والے تغیرات اور اس کے اثرات پر روشنی ڈالی اور اس ضمن میں ترکی کی خلافت عبدالمجید کے زیر قیادت اسلام اور عالم اسلام کے لئے جو خدمت انجام دے رہی تھی اس کا بھی تذکرہ کیا، لیکن ان تمام مسائل کے ابلاغ اور مدح وستائش کے ضمن میں کہیں بھی الفاظ، تراکیب، قوافی، اور تشبیہ و استعارے میں کوئی سقم نہیں نظر آتا اور نہ ہی خیالات میں سطحیت اور طفولیت ہے، قصیدے کے طویل ہونے کے باوجود ابتدا سے آخر تک ایک ہی رنگ و آہنگ نظر آتا ہے، اس کی طوالت اس کے آب و تاب میں کمی کی باعث نہ بنی، بلکہ اشعار کے موتی ایک ہی حسن و درخشانی اور ترتیب کے ساتھ آخر تک نظر آتے ہیں۔

شکیب ایک دینی خاندان کے چشم و چراغ تھے۔ ان کی تعلیم و تربیت دینی نہج پر ہوئی یہی وجہ ہے کہ ان کے اشعار میں اسلامی رنگ کا غلبہ ہے، کہیں بھی ان کی اسلامیت مجروح نہیں ہونے پائی، خواہ وہ مدح وستائش کے اشعار ہوں یا مرثیہ اور نعت گوئی کے۔

شکیب شیخ محمد عبدہٗ اور جمال الدین افغانی کے اصلاحی نظریات سے پورے طور پر متفق تھے اور اسلام اور مسلمانوں کے حق میں اس دور کا ان دونوں بزرگوں کو مسیحا سمجھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ ان کے دل میں ان دونوں بزرگوں کے تئیں غیر معمولی

---

۱۲ محمد شکیب ارسلان، رسالی دعاۃ ص ۳۲-۳۶

عقیدت و محبت تھی، اور یہی وجہ ہے کہ زیادہ تر قصائد ان ہی دونوں بزرگوں کے لکھے گئے ہیں۔ جمال الدین افغانی پر ان کا قصیدہ "جمال الاسلام" خاصے کی چیز ہے جس میں انہوں نے مدح سرائی میں عباسی دور کے شعراء کی پوری تقلید کی ہے۔ تشبیہ و استعارہ اور الفاظ کے انتخاب اور استعمال میں اس دور کی شاعری کی چھاپ ان کے قصائد پر بہت گہرائی سے پڑی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب شکیب مدرسہ میں زیر تعلیم تھے۔ اور ان کی عمر ۱۴ سال سے متجاوز نہیں ہونے پائی تھی کہ ان کے اشعار بیروت کے اخبارات و جرائد میں شائع ہوتے لوگ اس کو پڑھتے اور سر دھنتے تھے۔ کچھ لوگ شکیب سے ان اشعار کا انتساب ان کی کم سنی کی وجہ سے تسلیم نہیں کرتے تھے، لیکن بعد کے حالات نے ان سے یہ حقیقت تسلیم کرا دی۔[۳]

شکیب کی شاعری میں جوں جوں پختگی آتی گئی ان کا شہرہ ہوتا گیا اور ان کا شمار مصر اور شام کے بڑے شعراء میں ہونے لگا۔ معاصرین میں اساتذہ شعراء سے ان کے قریبی تعلقات استوار ہو گئے ان میں بارودی، شوقی اور عبداللہ فکری قابل ذکر ہیں۔ شکیب نے اپنی متعدد تصانیف میں بارودی سے اپنے تعلقات کا تذکرہ کیا ہے۔ شکیب کی عمر جب چالیس سال کی ہوئی تو بارودی سے ان کے تعلقات بڑھے اس کا تذکرہ وہ یوں کرتے ہیں۔

"ہمارا ربط بارودی سے شیخ محمد عبدہ کے ذریعہ ہوا۔ میں اور میرے بھائی نسیب جاہلی اور مخضرمی شعراء سے کافی متاثر تھے جن میں سبعہ معلقہ اور اعشیٰ کے اشعار قابل ذکر ہیں۔ اس کے علاوہ اخطل، جریر، فرزدق، عمر بن ربیعہ، ابو العتاہیہ، ابو نواس، بشار بن برد، مسلم بن ولید، بحتری اور ابو تمام کے اشعار ہم پورے ذوق و شوق کے ساتھ پڑھتے تھے۔ متنبی نے ہم کو اپنے بیش بہا امثال و حکم سے کافی متاثر کیا، لیکن جب ہم نے محمود سامی بارودی کی شاعری کا مطالعہ کیا تو

۳۔ شوقی او صداقۃ اربعین سنۃ، ص ۱۴۷

ان کے ادب سے مسحور ہو گئے۔ اور ان میں ایک روح اور قوت کا احساس ہوا جو معاصر شعراء کے کلام سے ہم نہ حاصل کر سکے اور ہمارے سامنے یہ حقیقت آ گئی کہ معاصرین میں کچھ ایسے شعراء بھی ہیں جو متقدمین کے ہم پلہ ہیں۔[31] شکیب بارودی سے غیر معمولی طور پر متاثر تھے جس کا اندازہ مندرجہ بالا اقتباس سے بآسانی لگایا جا سکتا ہے انہوں نے بارودی کی شخصیت کو اپنی ذات میں انجمن قرار دیا اور اپنے کو بارودی کا ایک ادنیٰ شاگرد بتایا[32] بارودی نے اپنے متعلق شکیب کے اس حسن ظن اور عقیدت کو دیکھا تو کچھ اشعار شکریہ کے طور پر کہے جو اس طرح ہیں۔

أشدت بذكري بادئاً ومعقباً وأمسكت لم أهمس ولم أتكلم
وما ذاك عنا بالودا دعلى امرئ حبا في يديكن تهنيت مغذمي
وأما وقد حق الجزاء فلم أكن لأنطق إلا بالثناء المنمنم
فكيف أذود الفضل عن مستقره وأنكر ضوء الشمس بعد توسم
وأنت الذي لوهت باسمي ودشتني يقول سرى عني قناع التوهم
لك السبق دوني في الفضيلة فاشتمل تجلتها فالفضل للمتقدم
ودونكها يا ابن الكرام حبيرة من النظم سداها بمدح العلا فمي[33]

بارودی کے اشعار میں عباسی دور کا رنگ اور آہنگ دکھائی دیتا ہے، اس میں بحتری کی عبارت ترکیب اور اسلوب کا احساس ہوتا ہے، بارودی فن اور عمر دونوں میں پختگی کے مراحل طے کر چکے تھے۔

دوسری طرف شکیب ابھی جوانی کے مرحلے میں تھے ان کا فن ترقی کی راہ پر گامزن تھا اس کے باوجود بارودی نے ان کے فکر و فن کی داد و ستائش اس طرح کی ہے کہ جیسے

۳۱۔ شوقی او صداقۃ اربعین سنۃ ص ۱۱

۳۲۔ محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۴۵

۳۳۔ شوقی او صداقۃ اربعین سنۃ ص ۱۰۶ اور دیوان شکیب ص ۵

بعض ہم عصر اور ہم عمر تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شکیب نے بارودی کا کلام بغور مطالعہ کیا، شعر میں بارودی کی طرح اسلوب اور معیار ہے۔

فیا لله من عان بفکر مستهم ... لتقدير حق من علائه منعم

ونظم ابي العباس اضحى بيرى بيلا ... تذكر فضل او جميل لمنعم

۳۴ أي كرما مني تذكر قوله ... فدل على اهلي خلال والكرم

شکیب اور بارودی کے ان مدحیہ قصائد کا جب ہم موازنہ کرتے ہیں تو دونوں کے درمیان فکری اور فنی اعتبار سے بہت کم فرق پایا جاتا ہے۔ بلکہ ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے دونوں قصائد ایک ہی شخص کے ہوں اور جو مختلف ادوار میں کہے گئے ہوں اس کی وجہ یہ تھی کہ شکیب نے اپنی شاعری کا آئیڈل بارودی کو بنایا اور ان ہی کے نقش قدم کو دلیل راہ بنایا اور ان ہی کے رنگ و آہنگ میں اشعار کہنے کی کوشش کی ہے۔ ان کا خود کہنا ہے کہ وہ بارودی کے اشعار کا کثرت سے مطالعہ کرتے تھے، قرآن کی تلاوت کے بعد بارودی کے اشعار کو پورے ولولے و ترنم سے پڑھنے کی کوشش کرتے تھے، عقیدت و محبت کے باوجود کبھی بارودی سے خط و کتابت کی جرأت نہ کرسکے کیونکہ ان پر بارودی کے فکر و فن کا رعب اس قدر چھایا ہوا تھا کہ اس جانب اقدام کو وہ گستاخی تصور کرتے تھے۔[۳۵]

شوقی :۔

شوقی شکیب کے ہم عمر تھے اس وجہ سے ان سے بارودی کے مقابلے میں بے تکلفانہ تعلقات تھے، دونوں کے درمیان فکری اور فنی اعتبار سے بھی یکسانیت پائی جاتی تھی، دونوں عباسی دور کے شعراء کے اسالیب کو اختیار کرنے کی کوشش کرتے تھے۔[۳۶]

۳۴: شوقی او صداقة اربعین سنة ص ۱۰۴

۳۵:۔ محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۴۹

۳۶:۔ شوقی او صداقة اربعین سنة ص ۵۰، ۵۱

شکیب کے مشورے ہی پر شوقی نے اپنے دیوان کا نام شوقیات رکھا اس کا تذکرہ وہ یوں کرتے ہیں: "میری شکیب سے ملاقات پیرس میں ہوئی میں ان دنوں وہاں کا طالب علم تھا اور شکیب ملاقات کے لئے آئے تھے ہم دونوں کے درمیان بلا تکلف دوستی قائم ہوگئی ابتداء میں، میں بڑے بڑے قصائد نظم کرنے کی کوشش کرتا اور مصر کے اخبارات و جرائد میں اس کا جو حصہ شائع ہوتا شکیب اس کا مطالعہ کرتے تھے۔ ان کی تمنا تھی کہ میرا شعری دیوان شائع ہو، جس کا نام شوقیات ہو، پھر الفت و محبت کا یہ دور ختم ہوگیا اب تو ایسا محسوس ہوتا ہے کہ وہ ایک خواب تھا یا میٹھی نیند، بہرحال میں نے ان کی تمنا کے مطابق اپنے دیوان کا نام شوقیات رکھا۔"[۳۷]

شکیب شوقی کے اشعار و قصائد کا مطالعہ بہت شوق اور دلچسپی سے کرتے تھے اور اس سے بہت متاثر بھی ہوتے کیونکہ ان کی شاعری میں تمام شعری صفات اور محاسن موجود تھے، ان کا اسلوب بہت ہی اچھا تھا، انداز بیان میں بہت رکھ رکھاؤ اور الفاظ اور معانی کا غیر معمولی انتخاب تھا، جس کی وجہ سے ان کی شاعری معاصرین میں امتیازی نوعیت کی حامل تھی اور اسی بنا پر ان کو:- امیر الشعراء کا لقب ملا[۳۸] شکیب ان کے بعض قصائد پر غموض اور تعقید کا بھی الزام لگاتے ہیں، لیکن بحیثیت مجموعی ان کو اپنے دور کا بہترین شاعر قرار دیتے ہیں، شوقی کے متعلق ان کا کہنا ہے کہ:-

فسایت شوقی لم یدع فی عصرہ   فرینا یھز قناتہ لقناتہ

(میرا خیال ہے کہ شوقی نے اپنے عہد میں کوئی ہم سر نہیں چھوڑا جو اپنی لاٹھی کو اس کی لاٹھی سے ٹکرانے کی ہمت کرے۔)

۳۷۔ الشوقیات، احمد شوقی جلد اول مقدمہ

۳۸۔ شوقی و صداقۃ اربعین سنۃ ص ۸۵۔

عبداللہ فکری :-

شکیب نے اپنے شعری مجموعہ "الباکورۃ" کو جب شیخ محمد عبدہ کے پاس بھیجا تو انہوں نے اس کا ایک نسخہ عبداللہ فکری کے نام بھیجنے کی درخواست کی فکری اور محمد عبدہ کے درمیان گہرے روابط تھے۔ شکیب نے فکری کے پاس اپنا دیوان ان اشعار کے ساتھ بھیجا۔

بذ ذت الناس فی نظم ونثر — وقفت الخلق من بدو وحضر
فکیف یقوم عندک نزر شعر — یذیب الرعب منہ کل شطر

عبداللہ فکری کا دیوان غزل وتشبیب سے بالکل خالی تھا اس کی طرف شکیب یوں اشارہ کرتے ہیں۔

جعلت القول فی سیف ورمح — وعفت النظم فی قد وخصر
فانی عاشق عز المعالی — ولی نفس فذالک نفس حر
اذا فکرت یوماً فی کلام — یکون بمدح (عبداللہ فکری)

عبداللہ فکری نے اس دیوان کو شکریہ کے ساتھ قبول کیا اور ان اشعار سے ان کے خلوص ومحبت کا اظہار کیا۔

انت تختال فی حبر وحبیر — علی العشاق کبر وکبیر
منحمۃ الشبیبۃ لم یرعہا — مشیب فی الحذاء وتام عذری
لقد وافت علی سحر تربیتی — بدائع نظمہا نفثات سحر
الاحیا دبی بیروت عنی — ولبنان الحیا منہل قطر
وحیا من بہا ربی وسیا — زمانا مرنیہا غیر مر[۳۹]

ان اشعار میں فکری نے شکیب کے حسب ونسب کے ساتھ ان کے عظیم

---

۳۹ :- دیوان شکیب ارسلان ص ۱۸

کا تذکرہ کیا، اس طرح تینوں معاصر شعراء نے شکیب کے فکر وفن کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے، اس سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اساتذہ شعراء کے کلام کے درمیان ان کا کیا مقام تھا۔

شکیب ارسلان کی نثر نگاری :۔

شکیب کی شاعری کی طرح ان کی نثر بھی انفرادی نوعیت کی حامل ہے، نثر میں ان کا اپنا جداگانہ اسلوب بیان اور طرز نگارش ہے انہوں نے اوائل عمری ہی میں جبکہ وہ مدرسۃ الحکمۃ میں زیر تعلیم تھے تو شیخ محمد عبدہ کی نثر نگاری کا مطالعہ کیا اور ان کی شخصیت کے ساتھ ان کی نثر نگاری کے بھی گرویدہ ہو گئے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کی نثر پر مدتوں شیخ محمد عبدہ اور جمال الدین افغانی کے اثرات رہے۔

شکیب نے عنفوان شباب ہی میں اپنی زندگی کا ایک مشن اور مقصد بنا لیا تھا۔ وہ یہ کہ بڑے ہو کر اپنی قوم کی خدمت اور اصلاح کا فریضہ انجام دیں گے، قوم کے مصلح اور خادم کے لئے شاعری زیب تن نہیں دیتی اسی وجہ سے انہوں نے اس کو ترک کر دیا۔ [15]

شکیب شاعری میں استاد شعراء کو پسند کرتے تھے اسی طرح نثر میں بھی انہوں نے اساطین نثر کو اپنا آئیڈیل بنایا اور ان کے اسلوب اور طرز نگارش کو اختیار کرنے کی کوشش کی، ان کا پہلا مقالہ "الصفا" میں شائع ہوا اس وقت ان کی عمر ۱۶ سال تھی، اس کے بعد مختلف اخبارات و جرائد میں اپنے مقالات ارسال کیا کرتے تھے، اپنے دور کے مشہور اخبار "الاہرام" کے قارئین کے درمیان وہ ۲۱ سال ہی میں معروف ہو گئے تھے، اہرام میں ان کے مقالات کبھی ان کے نام اور کبھی نام کے بجائے "ایک مشہور و معروف سیاستدان" کے نام سے شائع ہوتے تھے، اپنے

۱۵۔ محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۸۶

ان مقالات کی وجہ سے وہ صحافتی اور علمی دنیا میں کافی مشہور ہو گئے [illegible]
اور جب ۱۸۹۰ء میں ۲۱ سال کی عمر میں وہ مصر کا دورہ کرتے ہیں، اور شیخ محمد عبدہ
سے ملاقات کے لئے جاتے ہیں تو شیخ کے حلقے کے افراد سے ان کے تفصیلی تعارف کی
ضرورت نہیں پڑی، کیونکہ شیخ کے حلقے کے جتنے بھی نمایاں افراد تھے ان کے مقالات
کی وجہ سے ان سے غائبانہ تعارف رکھتے تھے۔ ان دنوں شیخ کے حلقے سے
سعد زغلول، فتحی زغلول، شیخ علی یوسف، عبدالکریم سلمان، ابراہیم
آفندی، حفنی ناصف، سید احمد محمود، شیخ علی لیثی، احمد زکی پاشا جیسے
اساطین علم و ادب منسلک تھے۔[۶۱]

شکیب ارسلان بارودی، شوقی اور شیخ محمد عبدہ کی نثر سے کافی متاثر
تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اول الذکر دونوں لوگوں کی طرح ان کی نثر میں بھی مترادفات
کا استعمال اور اطناب و مساوات کی مثالیں کثرت سے ملتی ہے، عبارت میں
قافیہ آرائی بھی ہے اور مسجع بندی بھی بالخصوص ۱۸۸۹ء سے ۱۹۳۶ء تک
انہوں نے جتنی بھی کتابوں پر مقدمات لکھے ہیں ان میں اسی قسم کی نثر نگاری
کا مظاہرہ کیا ہے، شکیب نثر کے قدیم اساطین بالخصوص چوتھی صدی
ہجری میں تھے ان کے اسلوب بیان اور طرز نگارش کو اپنانے کی کوشش
کی ہے۔ "رسائل الصابی" پر انہوں نے تیس سال کی عمر میں جو مقدمہ لکھا
ہے اس کو بطور مثال پیش کیا جا سکتا ہے۔ تیس سال کے بعد بھی ان پر
اسی قدیم اسلوب بیان اور طرز نگارش کا غلبہ رہتا ہے۔ ابن المقفع
کی کتاب "الدرة الیتیمة" پر انہوں نے جو مقدمہ لکھا ہے اس میں بھی
اسی رسم کہن کو نبھانے کی کوشش کی ہے۔ شکیب نے فرانسیسی زبان
سے جو کتابیں ترجمہ کی ہیں جیسے "آخر بنی سراج" یا کہانیوں کا مجموعہ

۶۱:۔ شوقی او صداقۃ اربعین سنۃ ص ۳۳

دوسرے فرانسیسی افسانہ نگار اناتول فرانس ہیں۔ ان دونوں پر متقدمین کی
رہی ہیں بھی اسی قدیم اسلوب اور طرز نگارش کی تقلید نظر آتی ہے۔ ان کی
کتاب "تاریخ غزوات العرب" اس وقت منظر عام پر آئی ہے جبکہ ان کی
عمر ستر سال سے بھی متجاوز ہو جاتی ہے، لیکن اس کہولت میں بھی قدامت
کا رنگ غالب رہتا ہے۔ اس کے علاوہ "الارتسامات اللطاف فی خاطر الحاج الی
اقدس مطاف" اور "الحلل السندسیۃ فی الاخبار والآثار الاندلسیۃ" میں بھی انہوں نے
یہی قدیم رنگ ـــــ غالب ہے شکیب کے اس اسلوب بیان اور طرز نگارش
سے منفلوطی اور خلیل مطران کافی متاثر تھے، اور دونوں نے اس کی تعریف کی ہے،
ان دونوں کے علاوہ ان کے بہت سے رفقاء اور مخالفین نے اس کو نشانہ تنقید
بھی بنایا بالخصوص جدید مکتبہ فکر کے حامل افراد نے اس پر سخت تنقیدیں بھی
کیں ہیں ان کا کہنا ہے کہ یہ اسلوب اور طرز بیسویں صدی سے میل نہیں کھاتا
ان میں فلسطینی ادیب سکاکینی سرفہرست ہے، انہوں نے "السیاسۃ مصریۃ"
میں اس اسلوب کی تردید اور تنقید میں پہلے قسط وار مقالات لکھے پھر اس کو
کتابی شکل میں "مطالعات فی الادب والکتب" کے نام سے شائع کیا، سکاکینی
کا کہنا ہے کہ قدیم مکتبہ فکر کے مقلد ادباء کے کلام میں تکرار کی کثرت بلا ضرورت
ہے، وہ مترادفات کا استعمال اسراف کی حد تک کرتے ہیں، وہ کوئی بھی جملہ لکھیں
گے اس میں مترادفات کا آنا ضروری ہے، اگر وہ کہیں گے "تمادی الرجل فی ضلالہ"
تو اس کے ساتھ ہی "فی غوایتہ" و "عمہ فی طغیانہ" و "مضی علی غلوائہ" بھی لکھیں گے، اگر
ان کو کہنا ہو کہ اس معاملہ نے مجھے خوش کر دیا تو وہ کہیں گے "افرحنی، ابھجنی
، ابلجنی، اور اثلج صدری" مختصر یہ کہ ان کے یہاں مترادفات کا استعمال کثرت سے تھا،
سکاکینی، شکیب کا نام لیے بغیر ان کی عبارت نقل کرتے ہیں، یہ قافیہ اور
سجع بندی درحقیقت فکری اور نظری بے بضاعتی اور افلاس کی دلیل ہے
لیکن اس مذہب اور طرز نگارش کے پیروکاران کا خیال ہے کہ زبان ہی سب

کچھ بے عیب نے بھی اپنی پشت پر مقامات حریری[۴۱] دیوان الحماسہ، معلقات اور مفضلیات کو لا دیا وہ ادیب ہوگیا، اور مترادفات کا استعمال ضرورت اور بلا ضرورت کے ادب کا خاصہ ہوگیا، درحقیقت یہ طرز تحریر غیر طبعی اور غیر عربی ہے اور عصر حاضر کے ذوق سے بالکل متغائر ہے، سکاکینی کا کہنا ہے کہ عرب تطویل کے بجائے ایجاز اور اختصار کو حسن کلام کی علامت سمجھتے تھے، دوسرے ہم ایسے دور میں سانس لے رہے ہیں جہاں معانی کو پہلا درجہ اور الفاظ کو دوسرا درجہ حاصل ہے اگر ادب کی بنیاد علم پر نہیں ہے تو الفاظ کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہے۔

سکاکینی نے شکیب پر یہ اعتراض اس وقت کیا تھا جبکہ ان کی شہرت ادیب کی حیثیت سے پورے عالم اسلام میں ہو چکی تھی اور ان کو امیر البیان کا خطاب بھی مل چکا تھا، شکیب نے سکاکینی کے اعتراض کو پڑھنے کے بعد اس کا جواب یوں دیا، " سکاکینی کا یہ کہنا کہ اسالیب اور طرز نگارش کے دو مکتبہ فکر ہیں ایک قدیم اور دوسرا جدید، لیکن مجھے جدید مکتبہ فکر کے بارے میں علم نہیں کیونکہ یہ تو صرف علم و فن کے ساتھ خاص ہے، ادب اور زبان کا صرف ایک مکتبہ فکر ہے اور وہ ہے عرب کا مکتبہ فکر جس کو ہم قدیم مکتبہ فکر کا بھی نام دے سکتے ہیں اور ہر ادیب کو اس کی پوری تقلید اور پیروی کرلی جانی چاہئے، جدید ادباء جدید اصطلاحات اور فکر و معانی کے لبادے کو ادب پر اوڑھانا چاہتے ہیں، میرے نزدیک جاہلی دور اور اسلام کا عہد ہی ادبی فصاحت و بلاغت کا عہد ہے[۴۲]

شکیب نے اپنے نقطہ نظر کی مزید وضاحت کے لئے ان بڑے نثر نگاروں کو پیش کیا ہے جن کے یہاں اطناب کے ساتھ مترادفات کا بھی استعمال کثرت سے ملتا ہے مثلاً جاحظ، زمخشری، بدیع الزماں، خوارزمی، صاحب بن عباد

۴۱۔ محاضرات فی شکیب ارسلان ص ۱۰۱، ۱۰۲

۴۲۔ ایضاً ص ۱۰۳

ابن خلدون، ابن العمید، ابن الخطیب وغیرہ اس کے علاوہ صحابہ کرام میں حضرت علیؓ، ابوبکر صدیقؓ، عمر بن الخطابؓ کے اقوال کو بھی بطور مثال پیش کیا ہے لیکن سکاکینی اپنے نقطہ نظر پر اٹل رہے۔ اس طرح دونوں بزرگوں کے درمیان تردید اور جواب تردید کا ایک علمی مذاکرہ مدتوں جاری رہا لیکن فریقین میں سے کوئی بھی اپنے موقف میں کسی قسم کی تبدیلی کے لئے تیار نہیں ہوا۔[۳۴]

شکیب مشرقی ادب وثقافت کے ساتھ مغربی ادب وثقافت سے بھی سیراب ہوئے انہوں نے ترکی، فرانسیسی اور انگریزی زبان وادب کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے، خود مغربی ممالک میں ان کی زندگی کا ایک بڑا اور قیمتی حصہ گزرا، وہاں کی تہذیب وتمدن کا مشاہدہ کیا وہاں کے ادباء و فنکار سے بالمشافہ تبادلہ خیال کیا ان سب کا اثر ان کے ادب وثقافت پر گہرائی سے مرتب ہوا، یہی وجہ ہے کہ ان کی تحریریں مغربی ومشرقی ادب وثقافت کے حسین امتزاج ہیں

شکیب جب تاریخی نقطہ نظر سے واقعات وحوادث اور تاریخی شخصیات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہاں ان کا قلم مورخ کا قلم ہوتا ہے لیکن اس وقت بھی ان کی تحریریں ادب وانشاء کی حلاوت وچاشنی سے خالی نہیں ہوتیں، بلکہ ان کے اسلوب کا جلال وجمال برقرار رہتا ہے گویا کہ ان کا قلم کسی بھی موضوع پر لکھے ہر جگہ ان کی تحریر میں ادبیت کی جھلک صاف دکھائی دے گی، ایک جگہ وہ رشید رضا کی تعزیت، شیخ محمد عبدہٗ اور جمال الدین افغانی کے مناقب بیان کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ کما کانت اخلاق الشیخ رشید العالیة هی لی النجوی کما فی العلن وکانت بلاغته قوته البیانیة هی ایضا فیها فلا تجد انشاءه فی هذه الکتب الخاصة ینزل درجة واحدة عن

۳۳ـ تفصیل کے لئے دیکھئے مطالعات فی الادب والکتب ص ۹۷، ۱۲۷

۳۴ـ محاضرات عن شکیب ارسلان ص ۱۸۲ - ۱۸۳

[illegible]

شکیب نے جدید اور قدیم دونوں ادب کا گہرا مطالعہ کیا تھا جس کے باعث ان کا ذوق جدید و قدیم دونوں سے مرکب ہے اور دونوں طرح کے اسلوب کے رنگ و آہنگ کو انھوں نے برتنے کی کوشش بھی کی ہے اور اس میں وہ بہت حد تک کامیاب ہوئے، شوقی پر البحتری نیز کتاب ہے [illegible] کے نمونے دیکھے جا سکتے ہیں ایک جگہ وہ بحتری اور شوقی کا موازنہ یوں کرتے ہیں۔

"ومن قرأ الشعر بين البحترية والشوقية لم يتردد في أن يقول إن القديم طبع والجديد تطبع، وإن الأول توليد وإن الآخر تقليد، ولكن لو تأمل المتأمل لكان بصيراً بالشعر العباسي المحدثين والمولدين يعلم أن البحتري والمتنبي وأبا تمام وأمثالهم الفحول لم يطبعوا إلا على ما توارثوه [illegible] فإن القراءة تستقر في الذهن وإن القوالب ترسخ في الطبع فتتصل بمثلها سليقة الشاعر، وقد يكون لا يتذكرها ولا يتعمد محاكاتها ولا يعيب أنها من محفوظه ليتخلص من الاستعارة له أو يحكم الشاعر قد سرق من ذلك الشاعر الذي تقدمه، وهو في هذا الحكم ظالم متعسف أو مخطئ في التقدير لأنه ليس كل من سبق إلى كلامه شيء متوارد مع كلام آخر يجب أن نقضي عليه بأنه سارقاً" [illegible]

شکیب ارسلان: [illegible]